باب ششم : محمد حسن عسکری کا غیر مطبوعہ کام

Chapter-VI : UN PUBLISHED WORK OF MOHAMMED HASSAN ASKARI

صفحہ : ۳۲۰

محمد حسن عسکری کا غیر مطبوعہ کام

UNPUBLISHED WORK OF MOHAMMED HASSAN ASKARI

- محمد حسن عسکری نے اپنی زندگی میں ۴/انتخاب اردو والوں کو دیئے :

۱) میری بہترین نظم (مرتبہ) کتابستان الٰہ آباد طبع اول ۱۹۴۲ء یہ کتاب دوسری بار ساقی بک ڈپو، دہلی نے ۱۹۴۴ء میں شائع کی نیز فرمان فتح پوری نے اکتوبر ۱۹۹۰ء کے ''نگار'' میں اس کتاب کو دوبارہ شائع کیا۔ کیوں کہ اس وقت تک اس کتاب کی حیثیت کلاسک کی ہو چکی تھی اور فرمان صاحب اسے معدوم ہونے سے بچانا چاہتے تھے۔

۲) میرا بہترین افسانہ (مرتبہ) ساقی بک ڈپو، دہلی طبع اول ۱۹۴۳ء اس کتاب میں مختلف افسانہ نگاروں کے اپنے پسندیدہ افسانوں کے علاوہ حالات زندگی اور نظریہ فن سے متعلق تحریر کردہ مواد بھی شامل کیا گیا ہے۔

۳) انتخاب طلسم ہوشربا (مرتبہ) مکتبہ میری لائبریری طبع اول ۱۹۵۳ء اس انتخاب کو ہندوستان میں اتر پردیش اردو اکاڈمی نے بھی شائع کیا ہے مگر اس میں عسکری صاحب کا لکھا ہوا دیباچہ موجود نہیں ہے۔

۴) انتخاب میر، ماہنامہ ساقی کراچی (میر نمبر) طبع اول ستمبر ۱۹۵۸ء

- ترجمہ نگاری جو ان کے کمالات فن کی ایک اہم جہت ہے اس کارنامے کی فہرست بھی بڑی طویل ہے :

۱) ریاست اور انقلاب از لینن کتابستان الٰہ آباد طبع اول ۱۹۴۲ء

۲) میں ادیب کیسے بنا از میکسم گورکی الجدید لاہور طبع اول ۱۹۴۳ء

۳) مادام بوواری از گستاو فلابیر مکتبہ جدید لاہور طبع اول ۱۹۵۰ء

۴) آخری سلام از کرسٹوفر اشروڈ مکتبہ جدید لاہور طبع اول ۱۹۴۸ء

۵) سرخ وسیاہ از ستاں دال مکتبہ جدید لاہور طبع اول ۱۹۵۳ء

۶) میں کیوں شرماؤں از شیلا کزنس کتابستان الٰہ آباد طبع اول ۱۹۵۹ء

۷) موبی ڈک از ہرمن میلول شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور طبع اول ۱۹۶۷ء

۸) Answer to Modernism از مولانا اشرف علی تھانوی ترجمہ بہ اشتراک پروفیسر کرار حسین مکتبہ دارالعلوم، کراچی طبع اول ۱۹۷۶ء

۹) مظفر علی سید کے مطابق عسکری صاحب نے دلاکلو کے ناول کا بھی تقریباً ایک تہائی ترجمہ کر ڈالا تھا عسکری صاحب کا یہ ترجمہ

ان کے بعد شائع نہ ہوسکا اس ترجمے کے متعلق مظفر علی سید نے ایک جگہ لکھا ہے کہ عسکری صاحب نے ان سے دلاکلو کے ناول کا ترجمہ شروع کرنے کا ذکر کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی جگہ یہ سمجھ لیا تھا کہ چلو ایک اور کمال کا فرانسیسی ناول اردو زبان میں آیا۔ یہ سمجھو............... چناں چہ بہت دیر تک اس ناول کا اردو ترجمہ شائع ہونے کا انتظار رہا۔ ان کی وفات سے چند سال پہلے جب تجدید ملاقات کا موقع ملا تو کئی بار جی چاہا کہ پوچھوں، مگر اس وقت وہ ادبیات کی سرحد پار کر کے ملت وعرفاں کی وادیوں میں سرگرداں ہو چکے تھے اور ایسی کوئی بات سنتے بھی تھے تو ''چھوڑیے صاحب'' کہہ کر موضوع بدل دیا کرتے تھے۔ چناں چہ ربع صدی کے بعد جب وہ مرحوم ہو چکے تھے تو میں نے ان کے برادرِ خورد اور اپنے عزیز دوست محمد حسن مثنیٰ سے ''باقیاتِ عسکری'' کے بارے میں استفسار کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک نامکمل اور بے عنوان چیز انھوں نے ایک کاپی میں لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خطوط کی شکل میں کسی ناول کا ایک حصہ ہے، پھر تو اشتیاق میں اضافہ ہوا کہ دلاکلو کا ناول مکتوباتی (epistolary) تکنیک ہی میں لکھا گیا تھا۔ بہرحال جب مثنیٰ صاحب کی عنایت سے یہ ''کاپی'' موصول ہوئی تو پتا چلا کہ واقعی عسکری صاحب نے ادبی تاریخ کے ایک نہایت اہم ناول کا ترجمہ تقریباً ایک تہائی تک پہنچ کر ترک کر دیا تھا۔ وجہ جو بھی ہو مگر آج اس ناتمام مسودے کو دیکھنے کے بعد فوری ردعمل ایک حسرت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ کاش کہ انہوں نے اسے مکمل کرنے کے بعد ہی ترکِ ادب یا ترکِ دنیا کا مسلک اختیار کیا ہوتا اور ہوسکتا ہے کہ وہ یہ کام مکمل کر لیتے تو ان کی سوانح حیات کے ساتھ ساتھ ہمارے دور کی ادبی تاریخ بھی خاصی مختلف ہو جاتی۔ خیر اب ''جو یوں ہوتا تو کیا ہوتا'' کی تال پر سینہ زنی سے کیا حاصل؟ نقد ادب کے لئے یہی بہتر ہے کہ جو کچھ ہوا اسے جاننے اور سمجھنے کی کوشش ہو۔ دریغا اور واحسرتا قسم کے فجائیوں کی جگہ ''کیوں'' اور ''کیسے'' کی طرح کے استفہامیے استعمال کئے جائیں اس لئے کہ جہاں سے رشتہ منقطع ہوا تھا اسے پھر وہیں سے جوڑا جا سکے۔

۱۰) مرزا حامد بیگ کے مطابق بالزاک کے دو ناول بڈھا گوریو اور سرد، ویران اندھیرا گھر، پر یوں تو عسکری صاحب کے ایک شاگرد نسیم ہمدانی کا نام بطور ترجمہ نگار درج ہے لیکن ان ناولوں کے ترجمے میں عسکری صاحب کے گہرے عمل دخل سے انکار ممکن نہیں۔

- عسکری صاحب کے افسانوں کے دو مجموعے شائع ہوئے :

۱) جزیرے ساقی بک ڈپو، دہلی طبع اول ۱۹۴۳ء

۲) قیامت ہم رکاب آئے نہ آئے، ساقی بک ڈپو، دہلی طبع اول ۱۹۴۷ء

جزیرے کا دوسرا ایڈیشن آئینہ ادب، لاہور نے ۲۵۶ر صفحات پر شائع کیا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں محمد سہیل عمر نے محمد حسن عسکری کے افسانے (افسانوی کلیات) نفیس اکیڈمی کراچی سے شائع کیا۔

عسکری نامہ (افسانے، مضامین) میں بھی سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور نے عسکری صاحب کے دونوں مجموعوں کو ۱۹۹۸ء میں ایک ساتھ شائع کیا ہے۔

- تنقیدی مضامین کے دو مجموعے عسکری صاحب کی حیات میں شائع ہوئے :

۱) انسان اور آدمی مکتبہ جدید لاہور طبع اول ۱۹۵۳ء

۲) ستارہ یا بادبان مکتبہ سات رنگ کراچی طبع اول ۱۹۶۳ء

- عسکری صاحب کی وفات کے بعد ان کی جو کتابیں شائع ہوئیں ان کی تفصیل یوں ہے :

۱) وقت کی راگنی مکتبہ محراب لاہور طبع اول ۱۹۷۹ء

۲) جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ نقوش پریس لاہور سے چھپا کر آب حیات راولپنڈی نے ۱۹۷۹ء میں شائع کیا۔

۳) جھلکیاں (جلد اول مرتبہ محمد سہیل عمر، نعمانہ عمر) مکتبہ روایت لاہور سے شائع ہوئی۔ شائع قدوائی کے مطابق اس کا ایک ایڈیشن سنگ میل لاہور نے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا ہے مگر میری نظروں سے نہیں گزرا۔

۴) جھلکیاں (جلد دوم مرتبہ محمد سہیل عمر) نفیس اکیڈمی سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔

- ادھر کچھ سال قبل محمد حسن عسکری کے Revival اور مارکٹنگ ویلیو کا اندازہ لگاتے ہوئے پاکستان کے ایک بڑے کمرشیل اشاعتی ادارے سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے دو ضخیم مجموعوں کی صورت میں محمد حسن عسکری کی تمام مطبوعہ کتابوں کو مرتب کر کے شائع کیا ہے :

۱) مجموعہ محمد حسن عسکری سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰ء

اس مجموعے میں انسان اور آدمی، ستارہ یا بادبان، وقت کی راگنی، جھلکیاں جلد اول اور جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ شامل ہیں۔

۲) عسکری نامہ (افسانے، مضامین) سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۸ء۔

اس مجموعے میں افسانوں کے دونوں مجموعے اور جھلکیاں جلد دوم تخلیقی عمل اور اسلوب کے نام سے موجود ہیں۔

- عسکری صاحب نے تنقید لکھی، افسانے لکھے، تراجم کئے، ادبی جرائد میں شذرات اور اداریے لکھے مختلف رسائل میں سیاسی، معاشرتی، دینی اور دیگر موضوعات پر معلوماتی مضامین بھی سپرد قلم کئے۔ یہ منتشر تحریروں کی شکل میں موجود تھے مگر حال ہی میں شیما مجید نے عسکری صاحب کی منتشر تحریروں کو دو الگ اور ضخیم جلدوں میں تدوین کرا کے چھاپا ہے۔ عسکری بیتی کا ادبیات، نقد ادب، مغربی ادب، اقبالیات، داستان گو، سخن گو، فن قصہ نویسی پر مختلف مضامین کے علاوہ ۵ خاکے ۳ مذاکرے اداریے، دیباچے، حرف اول اور تبصرہ کتب بھی پہلی جلد میں موجود ہیں دوسری جلد میں دینی، سیاسی اور معاشرتی نوعیت کے مضامین شامل ہیں۔

- عسکری صاحب نے کثیر تعداد میں اپنے دوستوں اور اردو کے مختلف ادیبوں کو خطوط لکھے جو وقتاً فوقتاً رسالوں میں ان کی وفات کے بعد شائع ہوتے رہے ہیں۔ جہاں تک خطوط کے مجموعوں کا تعلق ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے :

۱) محمد حسن عسکری۔ ایک مطالعہ ذاتی خطوط کی روشنی میں، مرتبہ ڈاکٹر آفتاب احمد، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۴ء

۲) خطوط محمد حسن عسکری مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی ادارۂ ادب وتنقید، لاہور ۱۹۹۳ء

۳) مکاتیب عسکری مرتبہ شیما مجید القمر انٹر پرائز اردو بازار، لاہور

اپنے ادبی سفر کے ایک موڑ پر آ کر عسکری صاحب روحانی عالم کی طرف چل پڑے تھے اس زمانے میں ان کی مصروفیت اور مطالعے کا محور اسلام اور تصوف ہو چکا تھا۔ انہوں نے بہت سے ایسے مضمون اور کتاب کے ترجموں کا منصوبہ بنایا جن کا تعلق تصوف سے تھا۔ کچھ منصوبے کامیاب ہوئے تو کچھ نامکمل رہے۔ ان ہی نامکمل منصوبوں میں ایک مفتی محمد شفیع مرحوم کی تفسیر ''معارف القرآن'' کا ترجمہ بھی ہے۔ اس تفسیر کا انگریزی ترجمہ عسکری صاحب نے جون، جولائی ۱۹۷۵ء کے آس پاس شروع کیا تھا جیسا کہ محمد عمر میمن کے نام اپنے مکتوب مورخہ ۲۹/اکتوبر ۱۹۷۵ء میں عسکری صاحب خود لکھتے ہیں'' دو تین مہینے سے میں مفتی محمد شفیع صاحب قبلہ کی تفسیر'' معارف القرآن'' کا ترجمہ اردو سے انگریزی میں کر رہا ہوں۔ افریقہ وغیرہ میں اور خود ہمارے یہاں بھی انگریزی کی تفسیر کی شدید ضرورت اور مانگ بھی ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی معقول مترجم دستیاب ہو جائے، مگر علما سے لوگ کنارہ کش ہیں۔ کوئی تیار نہیں ہوا۔ مجھ میں تو اس کام کی ذرا بھی صلاحیت نہیں، لیکن گندم اگر بہم نرسد بھس غنیمت است کے اصول کے مطابق آخر کار یہ ذمے داری قبول کر لی۔ میری نااہلیت کی وجہ سے ترجمے کا کام بہت آہستہ ہو رہا ہے۔ ابھی سورہ بقرہ کی پہلی پانچ آیتیں ختم کی ہیں، لیکن تفسیر کی اتنی شدید ضرورت پیش آ رہی ہے کہ مفتی صاحب قبلہ کے رسالے ''البلاغ'' میں آٹھ صفحے ہر مہینے شائع ہونے

لگے ہیں۔ پہلی دو قسطیں آچکی ہیں جو آپ کو بھیج رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے دوست ہی میری غلطیاں اور خامیاں بتائیں اور اگر تفسیر میں کسی اضافے کی ضرورت ہے تو وہ بھی بتائیں (فی الحال طباعت کی بے شمار غلطیاں ہیں۔ مگر اب چھپائی کی درستی کا انتظام بھی کریں گے) میں نے بہت سے دوستوں کو پہلی قسط بھیجی، مگر سوائے تعریف کرنے کے کسی نے کوئی اصلاح نہیں کی نہ مشورہ دیا۔ البتہ ایک میرے چھوٹے بھائی نے دو چار جگہ زبان کی اصلاح کی۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ غور سے پڑھ کر مشورہ دیجیے۔ ترجمے کے اصول مندرجہ ذیل ہیں:

۱- انگریزی زبان ایک طرف تو دنیا میں پھیل رہی ہے اور دوسری طرف مر رہی ہے۔ اس لئے زبان و بیان کی خوبیاں پیدا کرنے کے بجائے کوشش یہ رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اور کم پڑھے ہوئے لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکیں۔ دوسری طرف بیان کی وضاحت اور صحت بھی ہو تا کہ دینی معاملات میں اشتباہ کی گنجائش نہ رہے۔

۲- انگریزی کے وہ الفاظ جو ہمارے کام کے ہیں اپنے معنی کھو چکے ہیں۔ اس لئے انگریزی کے عام مذہبی محاورات سے بچ کر عام الفاظ میں بات کہی ہے۔ اصلی چیز یہ ہے کہ خلط بحث نہ ہونے پائے۔

۳- پہلے خیال تھا کہ موجودہ زمانے کی ذہنی ضروریات کے لحاظ سے حاشیے بڑھائے جائیں۔ لیکن میں نے دیکھا کہ جتنے سوال آج کل پیدا ہو سکتے ہیں، ان کے جواب فی الاصل مفتی صاحب کی تفسیر میں موجود ہیں اور ایک آدھ اصطلاحی لفظ یا فقرہ بڑھانے سے کام چل سکتا ہے مثلاً Existentialism وغیرہ کو صراحاً رد کرنے کی ضرورت نہیں، Absurd وغیرہ کا حوالہ دینا کافی ہے، جو لوگ واقف ہیں، وہ خود سمجھ جائیں گے۔ جو لوگ واقف نہیں، انھیں بتانا بے کار ہے۔

۴- بعض ایسی گمراہیاں اور غلطیاں ہیں جو زیادہ رواج پا چکی ہیں ان کے بارے میں تفصیلی نوٹ بھی دینے کا ارادہ ہے۔ مثلاً آج کل سارے مذاہب کی کتابیں انگریزی میں ترجمہ ہو چکی ہیں جنھیں ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان پڑھ بھی رہے ہیں۔ اس معاملے میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت تفصیل سے کر دی ہے۔

۵- مفتی صاحب نے کلام اور تصوف کے مسائل چھوڑ دیئے تھے، مگر آج کل نوجوانوں میں تصوف سے ملتی جلتی چیزوں کا زور ہے اور کج فہمی اور شدید ہے اس لئے مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر "بیان القرآن" میں سے مسائل السلوک اور کلام کے مسائل لے کر انھیں بھی شامل کر دیا ہے۔ مثلاً مستشرقین کی بدولت آج کل ہمارے جدت پسندوں میں معتزلہ کا بھی خاصا شوق پیدا ہو گیا ہے اس لئے معتزلہ کا رد بھی خاص طور سے شامل ہوگا۔

۶- ایرانی avant garde ادیبوں کی تحریریں دیکھنے میں آئیں۔ ہر آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ ہر مسئلے میں ہمیں سب سے پہلے اسلام کا نقطۂ نظر معلوم ہونا چاہیے، مغرب کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ نیا رجحان دیکھ کر خوشی ہوئی اور کام کرنے کی ہمت بندھی۔

۷- جہاں تک قرآن شریف کے ترجمے کا تعلق ہے، پہلے تو میرا خیال تھا کہ مروجہ ترجموں میں سے کوئی اچھا ترجمہ شامل کر لیا جائے، لیکن دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بھی قابل اعتبار نہیں۔ یہ کام میری بساط سے بالکل باہر ہے۔ آخر یہ بتایا کہ انگریزی اور فرانسیسی کے چھ سات ترجمے سامنے رکھ کر مفتی صاحب کے صاحبزادے کی مدد سے (جو عالم دین بھی ہیں اور انگریزی بھی جانتے ہیں) مناسب الفاظ چنے جائیں تا کہ صحیح مطلب ادا ہو، چاہے انگریزی خوب صورت نہ ہو۔ مثلاً "الرحمٰن الرحیم" کے ترجمے میں ہم نے مروجہ الفاظ ترک کر کے میثل والساں (شیخ مصطفیٰ عبدالعزیزؒ) کے فرانسیسی ترجمے سے الفاظ لئے ہیں The All Merciful, the Very Merciful تا کہ "رحمت" کے مادّے کی وضاحت ہو جائے اور دونوں لفظوں کا فرق بھی نمایاں ہو جائے۔

خیر اب آپ کے مشوروں کا انتظار رہے گا۔

ہاں یہ تو بتائیے کہ آپ کی یونیورسٹی وظیفے دیتی ہے یا نہیں؟ میرے بھانجے نے ابھی کیمسٹری میں ایم-ایس-سی کیا ہے فرسٹ کلاس میں۔ اگر آپ کی یونیورسٹی میں وظیفوں کا سلسلہ ہو تو درخواست بھجوا دوں۔ بہ صورت ممکن ہو تو پتہ بھی لکھئے گا۔" یہ خط لکھا پڑا رہا۔ میرے ترجمے کی دوسری

قسط نہیں مل رہی تھی۔ آج ملی ہے تو خط ڈاک میں ڈالتا ہوں۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

عسکری صاحب نے سورہ بقرہ کی کچھ آیتوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا۔ انگریزی کے کوئی تین سو صفحے تھے۔ خود عسکری صاحب کا خیال تھا کہ "البقرہ" مکمل ہو جائے تو پہلی جلد چھپ سکتی ہے اس ترجمے میں جو باریکیاں تھیں اس کی تفصیل خود عسکری صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی محمد حسن مثنیٰ کو لکھے گئے ایک خط مورخہ ۱۶/اکتوبر ۷۵ء میں بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں:

> کل شام تمہارا خط ملا۔ جزاک اللہ۔ تم نے بڑی محنت سے غلطیاں درست کی ہیں۔ دراصل میں نے تو تمہیں انگریزی زبان و بیان پر نظر ڈالنے کے لئے بھیجا تھا۔ تم نے اچھا کیا کہ پروف ریڈنگ کی بھی غلطیاں بتا دیں۔ اس میں زیادہ تر باتیں ایسی ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آسکتی تھیں کیونکہ طباعت کا تجربہ نہیں۔ اصل میں دشواریاں چند در چند ہیں، اصل میں تو اس کام کا ذمہ ظہیر نے لیا تھا، میں نے ان کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ وہ نوک پلک ہر لحاظ سے درست رکھیں گے۔ میری تو گرامر بھی کمزور ہو گئی ہے بے وقوف لڑکوں کو پڑھاتے پڑھاتے، اور خصوصاً ٹائم اور نیوز ویک ہر ہفتے شروع سے آخر تک پڑھتے پڑھتے۔ خصوصاً articles اور Prepositions کا تو بالکل ہی پتہ نہیں رہا کہ کون سا ٹھیک ہے کون سا غلط۔ جب ظہیر کام سے بھاگ گئے تو مجبوراً میں نے سنبھالا، کیونکہ اور کوئی مل ہی نہیں رہا تھا۔ پہلی قسط میں نے تجرباً ترجمہ کی تھی۔ ارادہ تھا کہ دوسروں کو دکھانے کے بعد ضرورت ہوئی تو اسے دوبارہ لکھوں گا۔ مگر یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں جس سے مشورہ لیا جائے۔ دو تین آدمیوں کو میں نے دکھایا، انہوں نے صاد کیا، پھر مفتی صاحب کی رائے ہوئی کہ اشاعت قسط وار شروع کر دی جائے تاکہ پڑھنے والوں کی رائے حاصل ہو سکے اور اس کے مطابق آئندہ اصلاح کی جا سکے۔ چنانچہ جلدی جلدی میں طباعت کا انتظام ہوا۔ Transliteration کی دقتوں کی وجہ سے پریس والے چھاپنے کو تیار نہیں تھے۔ بڑی مشکل سے راضی ہوئے۔ مفتی صاحب کے صاحب زادے تقی صاحب طباعت کی نگرانی کرتے ہیں۔ ایک تو وہ انگریزی اچھی طرح نہیں جانتے، پھر انگریزی طباعت کا تجربہ نہیں، اوپر سے پریس والوں کی شرارت ہے۔ تقی صاحب نے آخری پروف میں جو اصلاح کی تھی وہ انھوں نے شامل نہیں کی۔ میں نے تو پوچھنے کے بعد دیکھا۔ اب وہ تو افریقہ گئے ہوئے ہیں۔ دوسری قسط کے آخری پروف میں نے دیکھے اور اس سے پہلے تقی صاحب نے مگر پھر غلطیاں رہ گئیں۔ اب آئندہ کے لئے یہ انتظام کیا ہے کہ بزنس ریکارڈر کے غلام احمد صاحب پروف دیکھیں گے۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ دارالعلوم شہر سے تیرہ چودہ میل دور ہے۔ آنے جانے کی مشکل ہے۔ خیر، احتیاط سے پروف دیکھنے کی کوشش کی جائے گی لیکن دارومدار پریس والوں کی ایمانداری پر ہے، وہ ٹرخاتے ہیں۔ پہلے تو میں نے سوچا تھا کہ ٹائپسٹ اناڑی ہے، غلط ٹائپ کرتا ہوگا۔ ٹائپ شدہ مسودہ منگا کر دیکھا تو ایسا برا نہیں تھا۔
>
> میں نے تمہاری طرف سے "البلاغ" کا ایک سال کا چندہ دے دیا ہے۔ دوسری قسط والا پرچہ تمہارے پاس پہنچا ہوگا۔ اب میں ان لوگوں سے کہوں گا کہ ایک دوسری کاپی اعزازی طور پر تمہارے پاس بھیجی جائے تاکہ تم اصلاح کر کے واپس بھیج سکو۔
>
> زبان کے سلسلے میں تم نے جن چیزوں کی نشان دہی کی ہے، وہ بہت مفید ہیں۔ اس کے بارے میں لکھتا ہوں:

۱- بسم اللہ کے ترجمے میں تم نے لکھا ہے کہ Capital "Merciful" سے ہونا چاہیے۔ یہ مسئلہ مبہم طریقے سے میرے ذہن میں تھا تو مگر غور نہیں کیا تھا۔ اب تمہارے کہنے سے میں نے تحقیق کی۔ نہ صرف یہاں بلکہ سورۂ الحمد کے ترجمے میں بھی انگریزی ترجموں میں بڑے اختلاف ہیں۔ زیادہ تر تو Capital ہی استعمال ہوا ہے۔ مگر آگے الحمد میں اختلافات ہیں۔ بعض نے لکھا ہے Lord of the Worlds بعض نے Lord of the worlds۔ اسی طرح Master of the Day of Judgement، اور بعض نے Master of the day of

judgement۔ یورپی زبانوں میں سب سے اچھا ترجمہ فرانسیسی میں کازیمیرسکی کا ہے، اُس نے Capitals استعمال نہیں کئے۔ غالباً اس کے اثر سے میں نے بھی Capitals چھوڑ دیئے۔ اب معاملہ یوں سمجھ میں آیا کہ اگر ایسے الفاظ اور فقروں کو اہم سمجھا جائے تو Capital استعمال ہوگا، صفت سمجھا جائے تو نہیں ہوگا۔ عربی میں تو صفت بھی اسم ہی ہے۔ اس لئے بات پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ فقروں کو اگر لقب سمجھا جائے تو ہر لفظ Capital سے شروع ہونا چاہیے۔ بسم اللہ کے ترجمے میں الرحمٰن اور الرحیم کو adjective کے بجائے noun سمجھیں تو یہ لفظ اللہ کے ساتھ Case in apposition ہوں گے۔ اسی لئے بہتر ہے کہ Capital استعمال ہو۔ آئندہ کے لئے یہی فیصلہ کیا کہ ایسی جگہ Capital ہی رکھیں گے۔ بسم اللہ کے ترجمے میں ایک بڑی غلطی مجھ سے ہوگئی۔ اوپر ترجمے میں Most Merciful لکھا ہے، آگے تفسیر میں all-merciful ایک اور صاحب میرے ساتھ کام کر رہے ہیں، ایک version وہ تیار کرتے ہیں، ایک میں۔ جب سب بیٹھ کر بحث کرتے ہیں تو وہ میرے مسودے میں تبدیلی کرتے جاتے ہیں۔ شاید وہ درست کرنا بھول گئے اور میں نے صاف کرتے ہوئے most ہی لکھ دیا۔

۲- یہ بہت ضروری نکتہ تم نے اُٹھایا ہے۔

As to whether this verse is an integral part of the Surah "Fatihah" or of all the Surahs or not.

تم نے or not کاٹ دیا ہے۔ میرا جملہ بھی غیر واضح ہے اور تمہاری اصلاح سے بھی مطلب ادا نہیں ہوتا۔ بحث میں تین صورتیں ہیں۔ نمبر ۱ بسم اللہ سورۂ الحمد کا حصہ ہے نمبر ۲ ساری سورتوں کا حصہ ہے نمبر ۳ کسی سورت کا حصہ نہیں ہے۔ اس لئے جملہ اصلاح طلب ہے۔ یا تو Surahs کے بعد کاما لگایا جائے، یا or not کے بجائے or of none لکھا جائے۔ سوچ کے بتاؤ کہ مفہوم کس طرح واضح ہوگا۔

۳- لفظ anthropology ہے، بہت غلط چھپ گیا۔ آگے تم نے Sacralized پر سوالیہ نشان لگایا ہے۔ یہ اصطلاحی لفظ ہے۔ Sacred سے Sacral اور اُس سے فعل بنا ہے Sacralize۔

۴- Affirms کے بارے میں تم نے لکھا ہے کہ یہ لفظ جملے کے شروع میں آچکا ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ترجمہ زیادہ تر افریقہ میں پڑھا جائے گا جہاں لوگ انگریزی کم جانتے ہیں۔ اس لئے میں لمبے جملوں سے بچتا ہوں۔ وہ جملہ طویل ہوتا جا رہا تھا، اس لئے میں نے ایک دفعہ Affirms لکھنے کے بعد آگے چل کر dash کے بعد پھر Affirms (affirms that--) استعمال کیا جو خطیبانہ رنگ ہے۔ dash چھپنے میں رہ گیا، میں نے قلم سے بڑھا دیا تھا۔ تمہاری رائے ہے کہ Affirms that کے بجائے but استعمال کیا جائے۔ یہ بھی مناسب ہے۔ سوچ کے بتاؤ کہ دونوں میں سے کون سا بہتر ہے۔

۵- ایک غلطی تمہاری نظر سے بھی رہ گئی۔ eccept Allah چھپا ہے، تم نے اسے Accept کر دیا ہے، ہونا چاہیے except۔

۶- ایک اور چیز تم نے بتائی جس کا آئندہ خیال رکھا جائے گا۔ A wajib (necessary) میں تم نے "a" کاٹ دیا ہے۔ عربی میں چونکہ اسم اور صفت الگ الگ نہیں، اس لئے ترجمے میں ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

۷- considers it to be preferable میں تم نے "to be" کاٹ دیا ہے۔ یہ بتاؤ کہ یہاں "to be" کا استعمال غلط ہے یا صحیح۔ ویسے "to be" کاٹنے سے جملہ بہتر تو معلوم ہوتا ہے مگر بلند آواز سے پڑھنے میں تین R قریب قریب آجاتے ہیں۔

دوسری قسط بھی تمہارے پاس پہنچی ہوگی۔ اس میں بھی غلطیاں نکالنا۔ اب انشاء اللہ ایک اعزازی پرچہ الگ سے تمہارے پاس پہنچتا رہے گا۔ میں نے مشورے کے لئے بہت سے لوگوں کو پرچہ دیا، مگر کسی نے یہ شکایت بھی نہیں کی کہ چھپائی خراب ہے۔ بس غلام احمد تھوڑی سی پروف کی غلطیاں نکال کر دے گئے تھے۔ ایک لیبیا نے اُصولی مشورہ دیا تھا کہ علمی رنگ برقرار رکھا جائے، واعظانہ عبارتیں نکال دی جائیں۔ مفتی صاحب سے مشورہ کر کے ایسے جملے کاٹ دیئے اور آئندہ کے لئے بھی یہ اُصول اختیار کر لیا۔ لاہور سے کوئی جواب نہیں آیا۔

کوشش یہ ہے کہ ترجمہ ایسی آسان عبارت میں ہو کہ کم سے کم تعلیم یافتہ آدمی بھی سمجھ لیں۔ دوسرے یہ کہ مفاہیم صحت کے ساتھ ادا ہوں۔ اس لئے ترجمے کی کیفیت پر غور کر کے بھی مشورہ دینا۔ بعض لوگوں کی رائے تھی کہ زبان و بیان Modernized اور sophisticated ہو مگر میں نے غور کرنے کے بعد اس مشورے پر عمل نہیں کیا بلکہ چودھویں صدی کی انگریزی نثر کو ذہن میں رکھا ہے۔ ایک یہ خیال تھا کہ موجودہ زمانے کی ضروریات کے مطابق تشریحی حاشیے لکھے جائیں۔ اس پر بھی میں نے عمل نہیں کیا۔ جو لوگ sophistication کے شوقین ہیں، اُن کی تسلی کے لئے کہیں کہیں تفسیر کے اندر ہی ایک آدھ فقرہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے، بلکہ super-sophisticated بنا دیا ہے، مثلاً Cultural anthropology کا حوالہ یا sacralization کا۔

اس کے بعد کسی خط میں تفسیر کے ترجمے کے مکمل ہونے یا کام کے آگے بڑھنے کا ذکر نہیں ملتا۔ جنوری ۱۹۷۸ء کو عسکری صاحب کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اغلب ہے اس دو سال کے عرصے میں عسکری صاحب نے کچھ اور ترجمہ کر ڈالا ہو مگر اس تک میری رسائی باوجود تمام کوششوں کے ممکن نہ ہو سکی۔ میرے مطالعے میں جو تازہ تحریریں رہیں، ان میں بھی کہیں ان ترجموں سے متعلق کوئی نئی بات نظر نہیں آتی۔ کوششوں کے بعد اس امر کا بھی علم نہ ہو سکا کہ تفسیر کے ترجمے کا جتنا کام ہو چکا تھا، آیا وہ بھی کتابی شکل میں شائع ہوا ہے یا نہیں لہٰذا موجودہ تحقیق کی روشنی میں اسے غیر مطبوعہ کام کے خانے میں رکھنا بہتر ہے۔

۲۰۰۱ء میں سہیل احمد فاروقی نے ''بیسویں صدی کا مزاج'' کے نام سے عسکری صاحب کے انگریزی میں لکھے ہوئے نوٹس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جس کے متعلق وہ خود فرماتے ہیں محمد حسن عسکری کی اس کتاب کا مواد اُن کے چھوڑے ہوئے کچھ نوٹس پر مشتمل ہے، یہ نوٹس عسکری صاحب نے انگریزی ایم۔اے کے طلباء کی ذہنی اور نصابی ضرورتوں کے پیش نظر مرتب کئے تھے، انہی طلباء میں لطیف الزماں خاں صاحب بھی شامل تھے جن کا قیام ان دنوں ملتان میں ہے اور جنہوں نے اردو کے صاحب طرز نثر نگار اور دانش ور رشید احمد صدیقی کے نام اور کام کو فروغ دینے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ لطیف الزماں صاحب ماضی کی روایتوں کے پاسداروں اور عسکری صاحب کے ہونہار شاگردوں میں اپنی بعض خوبیوں کے باعث ممتاز ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جن بزرگوں سے انھوں نے اکتساب فیض کیا ان کی خدمات کو وہ صرف یاد نہیں رکھتے، رہتی دنیا تک ان کی خدمات کا شعور عام کرنا بھی چاہتے ہیں۔ دلی کے چند روزہ قیام میں لطیف الزماں صاحب کی ڈاکٹر شمیم حنفی سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک ملاقات میں عسکری صاحب کے ان یادگار نوٹس کا ذکر بھی آیا۔ شمیم صاحب کے اصرار پر لطیف الزماں صاحب نے یہ نوٹس پاکستان سے بھجوا دیئے اور اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ انھیں انگریزی سے اردو میں منتقل کر دیا جائے۔ ترجمے کی یہ ذمہ داری میرے سپرد ہوئی۔ رسالہ ''جامعہ'' کے شماروں میں عرصے تک عسکری صاحب کے یہ تراجم بالاقساط شائع ہوئے اور اردو کے علمی و ادبی حلقوں میں بظاہر رواداری میں مرتب کی جانے والی اس تحریر کا خیر مقدم کیا گیا۔ سہیل صاحب نے اپنی معلومات کے مطابق یہ کام کیا ہے مگر ادب کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ عسکری صاحب کے یہ نوٹس ہمارے زمانے کے ادبی، تہذیبی اور معاشرتی شعور کو سمجھنے میں خاصی مدد کرتے ہیں۔

سہیل صاحب نے اپنی معلومات کے مطابق یہ کام کیا ہے مگر عسکری صاحب کے ان نوٹس کی صحت میری نظر میں مشکوک ہے۔ مترجم سہیل احمد فاروقی صاحب نے اپنے دیباچے میں اس بات کا ذکر کہیں نہیں کیا ہے کہ جو نوٹس لطیف الزماں صاحب نے شمیم حنفی صاحب کو دیا تھا اور جس کا ترجمہ انہوں نے کیا ہے وہ کیا خود عسکری صاحب کی تحریر کردہ ہے یا انہوں نے نوٹس لکھوایا اور ایک شاگرد کی حیثیت سے لطیف الزماں صاحب نے انہیں لکھا اور پھر اب ان کا ترجمہ سہیل صاحب کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو نوٹس کی صحت اور بھی مشکوک ہو جاتی ہے کیوں کہ نوٹس لکھنے والا من وعن وہ نہیں لکھتا جو اسے لکھوایا جاتا ہے اس میں کمی یا بیشی رہ جاتی ہے پھر نوٹس کو کسی شخص اور وہ بھی عسکری صاحب جیسی شخصیت کی سنجیدہ تحریر کہاں تک کہا جا سکتا ہے۔ اچھا اگر یہ نوٹس عسکری صاحب نے خود لکھا ہے تو وہ لطیف الزماں صاحب کے پاس کس طرح پہنچا۔ میں نے شمیم حنفی صاحب سے ان باتوں کے متعلق استفسار چاہا تو وہ ٹال گئے۔ پاکستان میں بھی کم لوگوں کو اس کتاب کا علم ہے۔ فی الحال ان بہت سارے سوالات کی روشنی میں ہم

حتمی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کتاب کا کتنا حصہ عسکری صاحب کی تحریر ہے۔

عسکری صاحب نے یورپ اور خصوصاً فرانس کے مقتدر جریدے میں فرانسیسی اور انگریزی زبان میں مضامین لکھے ہیں عسکری صاحب کا مضمون ''قرآن مجید کا ایک راسخ العقیدہ نقطہ نظر'' اسی قسم کا ایک مضمون ہے اور بقول ناصر بغدادی عسکری صاحب کا مضمون ''قرآن مجید کا ایک راسخ العقیدہ نقطہ نظر'' فی الحقیقت ان کا ایک طویل خط ہے جو انہوں نے فرانس کے ممتاز مذہبی دانشور، ماہر لسانیات اور مفکر محمد ارکون کو ۲۵/نومبر ۱۹۷۵ء کو لکھا تھا۔ بعد ازاں یہ خط ان کے انتقال کے چودہ برس بعد ۱۹۹۲ء میں یورپ کے ایک مقتدر جریدے اسٹڈیز ان ٹریڈیشن میں درج بالا عنوان کے ساتھ مضمون کی شکل میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس خط نما مضمون کی دریافت و بازیافت کا سہرا بلاشبہ معروف ماہر نفسیات اور فاضل مصنف ڈاکٹر اختر احسن کے سر جاتا ہے جنہوں نے اردو ادب میں ساختیاتی مباحث کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس مضمون کو اپنی منفرد کتاب "Illuminations on the Path of Solomon" کے آخری باب ٹریڈیشن، ڈیموکریسی اینڈ لٹریچر کے ذیل میں شامل کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف پچھلے تقریباً پچیس برسوں سے شمالی امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔ مندرجہ بالا کتاب جنوری ۱۹۹۴ء میں نیویارک سے شائع ہوئی ہے۔ اس سے قبل وہ نفسیات، مذہبی علوم، جدید ادب اور ساختیات کے علاوہ دیگر اہم سائنسی موضوعات پر تقریباً ۱۸/کتب تصنیف کر چکے ہیں۔ اردو ادب اور بالخصوص جدید عالمی رجحانات اور نظریات پر ڈاکٹر صاحب کا مطالعہ بے حد وسیع ہے۔ ان کی تازہ ترین تصنیف کے آخری دو ابواب کے مطالعہ سے قاری کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو پانچویں اور چھٹی دہائی میں عسکری صاحب کا قرب بھی حاصل رہا تھا جس کی بنا پر انہیں عسکری صاحب کے آخری دور کے بدلتے ہوئے راسخ العقیدہ رجحانات ومیلانات کے مطالعہ کا بھی موقع ملا تھا۔

ہماری پہنچ سے دور عسکری صاحب کی بہت سی تحریریں دوسرے ممالک کے رسائل وجرائد میں آج بھی موجود ہوں گی۔ عسکری صاحب کی زندگی میں بھی کسی نے ان مضامین کے اردو ترجمے کے متعلق ان سے کہا تو ان کا جواب یہ تھا کہ اس کام کے لئے بیک وقت فرانسیسی اور اردو دونوں زبانوں پر یکساں مہارت رکھنے والے کسی شخص کی ضرورت ہے۔ فرانسیسی جاننے والا شخص تو تلاش کرنے پر مل جائے مگر اردو جاننے والا شخص پاکستان میں کہاں سے لاؤں گا۔ کاش عسکری صاحب خود ان مضامین کو اردو کے قالب میں ڈھال دیتے تو آج اردو کا طالب علم ان تحریروں سے فیض یاب ہوتا۔

**